مدیر کے نام

عبدالرشید عراقی، گوجرانوالہ

قاضی حسین احمدؒ اور پروفیسر عبدالغفور احمدؒ (فروری ۲۰۱۳ء)، دونوں رہنماؤں سے متعلق ان کی دینی، علمی، قومی وملّی اور سیاسی خدمات اور ان سے ذاتی تعلق اور روابط کی روشنی میں جس طرح تذکرہ کیا گیا ہے، وہ قابلِ قدر ہے۔ قاضی حسین احمدؒ کے بارے میں آپ نے صحیح لکھا ہے کہ وہ جلال اور جمال کا مرقع تھے، اور پروفیسر غفور احمدؒ ایک نفیس، باذوق، محبت کرنے والے اور راست باز انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ قاضی صاحب اور پروفیسر عبدالغفور صاحب رحمہم اللہ کی لغزشوں سے درگزر کرتے ہوئے علیّین میں جگہ دے، آمین!

سید مزمل حسین، راولپنڈی

قاضی حسین احمدؒ اور پروفیسر عبدالغفور احمدؒ (فروری ۲۰۱۳ء) دونوں پاکستان کے سنجیدہ اور مخلص رہنما تھے۔ پروفیسر عبدالغفور احمدؒ آئینی اُمور میں متخصص کا درجہ رکھتے تھے، جب کہ قاضی حسین احمدؒ تو چیز ہی دوسری تھے۔ وہ ایک سیاسی و مذہبی رہنما سے بڑھ کر ایک مربی اور ہمدرد رہنما تھے۔ اُن کی ایک عالمی سوچ تھی۔ وہ عالمی اسلامی تحریک کے ایک فرد تھے۔ وہ ایک فرد نہیں بلکہ ایک انجمن تھے۔ یہ پاکستان کے لیے اعزاز کی بات تھی کہ قاضی حسین احمد کی صورت میں اُسے ایک عالمی سطح کا رہنما مل گیا تھا۔ ہماری بدقسمتی یہ تھی کہ ہم نے انھیں مقامی اُلجھنوں میں اُلجھا دیا۔ قاضی حسین احمد نے تو سیّد جمال الدین افغانی مرحوم کا کردار ادا کرنا تھا اور بڑی حد تک ادا کیا بھی۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم نے اُن کی کماحقہ قدر نہ کی۔ ہم نے انھیں سیاسی رہنما سے آگے کچھ نہ سمجھا۔ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم کا فیضانِ نظر تھا کہ اُن کے تربیت یافتہ دونوں حضرات نے مثالی کردار ادا کیا اور اچھی مثالیں قائم کر کے چلے گئے۔ فروری ۲۰۱۳ء کے شمارے میں محمد شکیل، ٹوبہ ٹیک سنگھ اور خبیب انس، کراچی کے خطوط قابلِ توجہ ہیں۔ اُن پر غور کیا جانا چاہیے۔

ڈاکٹر طاہر سراج، ساہیوال

'ملکی بحران: حل کے پانچ اصول' (فروری ۲۰۱۳ء) میں مولانا مودودیؒ کی درپیش مسائل کے حل کے لیے فکرانگیز اور اصولی وعملی رہنمائی ہے۔ کاش! ہمارے اہلِ فکرودانش اور اربابِ اقتدار آج ان اصولوں پر عمل پیرا ہوسکیں اور ملک مسائل کے گرداب سے نکل سکے۔ ڈاکٹر خالد محمود ثاقب کا مضمون 'تزکیہ وتربیت، چند

اہم پہلوؤ کارکن کو عمل پر اُبھارتا ہے، مسائل کا حل پیش کرتا ہے، نیز مایوسیوں میں اُمید اور روشنی کا پیغام ہے۔

دانش یار، لاہور

مغربی تہذیب کی ساحری سے مسحور، قرآن و سیرت رسول کریمؐ کی ضرورت سے بے پروا طائفہ دانش وراں نے پچھلے ایک عشرے میں اہلِ پاکستان کو ایک نظریاتی ریاست کے شعور سے بے بہرہ رکھنے کے لیے جو خصوصی مہم چلائی ہوئی ہے اس کا نمایاں مظہر 'امن کی آشا......' کا ڈھنڈورا ہے۔ ایک سال ہوگیا جب پاکستان کا مطلب کیا، لا الٰہ الا اللہ کے نصب العین سے پاکستان کی نوجوان نسل کو بے بہرہ اور لاتعلق کرنے کے لیے...... 'لکھنے پڑھنے کے سوا پاکستان کا مطلب کیا' ایک اشتہاری فقرہ بنا کر معصوم بچوں کی آواز میں دن میں کوئی ۲۳ مرتبہ الاپا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ عالم گیریت-گلوبلائزیشن کے عنوان سے بھی بہت سے مغالطے برپا کیے گئے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر محمد عمر چھاپرا نے 'عالم گیریت: اسلام کی نگاہ میں' (فروری ۲۰۱۳ء) میں اس مسئلے پر جو رہنمائی دی ہے، اس سے ہمارے تصورِ حیات پر اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔

پروفیسر ارشد جاوید، لاہور

خوشی کے حصول کے لیے کتاب (خوشیوں بھری زندگی، فروری ۲۰۱۳ء) میں بہت سے طریقے بتائے گئے ہیں۔ ہم نے کتاب میں یہ بھی درج کیا ہے کہ ہر طریقہ ہر فرد کے لیے مؤثر نہیں۔ لہٰذا ہر فرد اپنی پسند کے چند طریقے منتخب کرے اور ان پر عمل کر کے اپنی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے۔

پروفیسر حمیرا صدیقی، گجرات

'امریکا میں دہشت گردی، عالمی ضمیر کے لیے چند سوال' (جنوری ۲۰۱۳ء) سے امریکا کے اندرونی خلفشار اور بڑھتی ہوئی جنونی لہر سے آگاہی ہوئی۔ ع تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی۔ یہاں مجھے مدیر ترجمان سے بھی گلہ ہے کہ عصرِ حاضر کی بے باک ترجمانِ اسلام محترمہ مریم جمیلہؒ سے تعارف اس وقت کروایا جب ہم سوائے غم کے آنسو بہانے کے کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سعیِ جمیلہ کو قبول فرمائے، آمین!

تاج محمد، چترال

'امریکا میں دہشت گردی اور عالمی ضمیر کے لیے چند سوال' (جنوری ۲۰۱۳ء) میں تصویر کی صحیح عکاسی کی گئی ہے۔ پاکستان، افغانستان، عراق پر ڈھائی گئی قیامتِ صغریٰ جس میں ہزاروں بچے اپنی حیات سے محروم ہوگئے ہیں، لیکن عالمی طاقتیں ان بچوں کو انسانی فہرست میں شمار تک نہیں کرتیں۔ حقیقی موت تو احساس اور ضمیر کی موت ہوتی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے مغربی استعمار ضمیر کی موت سے دوچار ہے۔ 'مصری تاریخ کا پہلا جمہوری دستور' میں مصری حکومت اور اخوان کی کامیاب کوششوں اور سیکولر لابی کی مخالف سرگرمیوں کو عمدگی سے

بے نقاب کیا گیا ہے۔ افسوس کہ ہمارا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا بھی حقائق سے پردہ پوشی کرتا رہا۔

محمد حمیر حیات، پاکپتن

'جنسی بے راہ روی ایک چیلنج' (دسمبر ۲۰۱۲ء) کے تحت ایک اہم معاشرتی مسئلے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مغرب نے اپنی بے لگام خواہشات اور جذبات کی تکمیل کے لیے انسانی حقوق کی مادر پدر آزادی کا جو فلسفہ دیا وہ کسی بھی طرح انسان کے لیے درست نہیں۔ اس مادر پدر آزادی نے خاندانی نظام کو تباہ کر کے رکھ دیا ہے اور معاشرہ معاشرتی انتشار سے دوچار ہوگیا ہے۔ آج وہ اپنے بنائے ہوئے قوانین پر پچھتا رہے ہیں۔ بدقسمتی سے اس بے راہ روی سے کوئی سبق سیکھنے کے بجاے ہمارا معاشرہ بھی متاثر ہو رہا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ٹیلی وژن، کیبل اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے نوجوان نسل جنسی بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے اور اس کا خاندان پر بُرا اثر پڑ رہا ہے۔ اس کے لیے جہاں علمی و فکری انداز میں توجہ دلانے کی ضرورت ہے وہاں پی ٹی اے اور پیمرا کو ضابطہ اخلاق کا پابند کرنے کے لیے قانونی چارہ جوئی کی بھی ضرورت ہے۔

فرخ عابدی، (برقی مراسلہ)

بیمار قوم یا کسی بھی بیمار شخص کا علاج اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اس مرض کی صحیح تشخیص نہیں ہوجاتی۔ ہمارے ملک پاکستان میں برائیوں کی اصل ذمہ دار حکومت نہیں بلکہ خود پاکستانی قوم ہے۔ کیا امیر کیا غریب، کیا پڑھے لکھے کیا اَن پڑھ، سواے چند کے ہر شخص اپنے ہر مسئلے اور ہر گناہ کی ذمہ داری حکومت پر ڈال کر خود مطمئن ہوجاتا ہے اور اپنے آپ کو بری الذمہ سمجھتا ہے۔ اگر ہم اپنے آپ کو زندہ قوم سمجھتے ہیں تو دن رات بُری حکومت کا رونا چھوڑ کر ہم اپنی ان برائیوں کی نشان دہی کریں جن کی وجہ سے اللہ ہم سے ناراض ہے، اور ان کو دُور کرنے کی جتنی اللہ نے ہم کو صلاحیت دی ہے، کوشش کی جائے۔